عبدالرشید عراقی

سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ

مجاہد کبیر حضرت امیر المومنین سید احمد شہید (رائے بریلی) بہت بڑے روحانی پیشوا اور بلند پایہ خطیب و مقرر تھے۔ ان کے ارادت مندوں کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے۔ انہوں نے برصغیر (پاک و ہند) سے بدعات و محدثات اور مشرکانہ رسومات کو ختم کرنے کے لیے پورے ملک کا دورہ کیا اور لوگوں کو کتاب و سنت کی پیروی کی تلقین کی۔

سید احمد ۲ صفر ۱۲۰۱ھ بمطابق ۲۹ نومبر ۱۷۸۶ء اودھ کے مشہور شہر رائے بریلی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم کا نام سید محمد عرفان تھا۔ ان کا شجرہ نسب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ چار سال کی عمر میں تعلیم کا آغاز ہوا۔ تین سال تک قران مجید کی چند سورتیں ہی یاد کر سکے۔ مولانا حکیم عبدالحئ حسنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: ''علم متداولہ کا شوق نہ تھا۔ قرآن مجید میں سے اس کی چند سورتوں کے علاوہ کچھ بھی یاد نہ ہوا۔ تحریر کا یہ حال تھا کہ صرف مفردات اور مرکبات لکھ لیتے۔ یہ حالت ابتدائی تین سال تک رہی۔ ان کے بڑے بھائی اسحاق بن عرفان اس صورتحال سے بہت پریشان تھے۔ وہ ان کی تعلیم میں کوشاں رہتے۔ لیکن والد نے فرمایا کہ اس بچے کو اس کے حال پر چھوڑ دو اور خدا پر توکل کرو۔ چنانچہ انہوں نے اس طرف سے توجہ ہٹالی۔'' (نزہۃ الخواطر ۷/ ۲۸)

لیکن سید صاحب جب دہلی تشریف لائے تو ان کی طبیعت بہت زیادہ نہیں تھوڑی سی حصول علم کی طرف مائل ہوئی۔ محترمہ ڈاکٹر ثریا ڈار صاحبہ ''ارواح ثلاثہ'' مرتبہ امیر شاہ خان کے حوالہ سے لکھتی ہیں کہ:

''بچپن میں اگرچہ سید کا ذہن حصول علم کی طرف مائل نہ ہوتا تھا' لیکن پھر بھی آپ نے اس دور

کے جید علماء شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی' شاہ عبدالقادر محدث دہلوی' شاہ محمد اسحاق اور شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہم سے دینی علوم' حدیث اور قرآن پاک کے ترجمے کے علاوہ عربی اور فارسی کی کتابیں بھی پڑھیں۔ تھوڑے ہی عرصے میں ذکاوت' ذہانت کے باعث علمی مدارج نہایت سرعت سے طے کر لیے۔'' (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اوران کی علمی خدمات۔ص:۳۱۹)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اپنی کتاب ''سیرت سید احمد شہید'' میں بھی لکھا ہے کہ سید احمد بچپن میں حصول علم کی طرف راغب نہ تھے۔صرف قرآن مجید کی چند سورتیں ہی پڑھ سکے۔کھیل کود کی طرف زیادہ توجہ کرتے۔مولانا علی میاں یہاں لکھتے ہیں کہ:

''آپ کو بچپن میں کھیل کا بڑا شوق تھا۔خصوصاً مردانہ اور سپاہیانہ کھیلوں کا۔کبڈی بڑے شوق سے کھیلتے اور اکثر لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کر دیتے اور ایک گروہ دوسرے گروہ کے قلعے پر حملہ کرتا اور فتح کرتا۔اس طرح نادانستہ آپ کی جسمانی وفوجی تربیت کی جارہی تھی۔'' (سیرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ۸۹)

۱۲۱۴ھ میں سید صاحب کے والد محترم سید محمد عرفان نے انتقال کیا۔جب آپ کی عمر ۱۸ برس ہوئی تو فکر معاش کے سلسلہ میں اپنے سات اقرباء کے ساتھ لکھنو تشریف لے گئے۔رائے بریلی سے لکھنو ۴۹ میل ہے اور سید صاحب نے یہ سفر پیدل کیا۔لکھنو میں آپ کا قیام چار ماہ رہا۔اس کے بعد عازم دہلی ہوئے اور دہلی کا سفر بھی آپ نے پیدل ہی کیا۔دہلی پہنچ کر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا تعارف کرایا۔حضرت شاہ عبدالعزیز نے ان کی بہت عزت وتکریم کی۔سید صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز کی خدمت میں عرض کیا کہ: ''آپ کی ذات مبارک کو غنیمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کی طلب کے لیے میں یہاں پہنچا ہوں۔''

حضرت عبدالعزیز نے فرمایا: ''اللہ کا فضل اگر شامل حال ہے۔ہمارے خاندان میں منصب ولایت موروثی ہے۔تم اپنی پدری اور مادری وراثت حاصل کرلو گے۔''

اس کے بعد حضرت شاہ عبدالعزیز نے آپ کو اپنے برادر اصغر حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی جو مستقل اکبر آباد کی مسجد میں ڈیرہ جمائے ہوئے تھے' بھیج دیا۔کچھ مدت بعد سید صاحب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی بیعت ہو گئے اور اس کے ساتھ ساتھ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی سے

استفادہ بھی کرتے رہے۔ دوسری طرف مولانا شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحئی بڈھانوی نے آپ کا دامن مضبوطی سے تھام لیا۔ اس کے بعد سید صاحب نے رشد و ہدایت کے سلسلے کو وسیع کرنے کے لیے اور لوگوں کو زیادہ سے زیادہ فیض پہنچانے کے لیے اور شرک و بدعات و محدثات سے اجتناب اور کتاب و سنت کی پیروی کرنے کے لیے مولانا شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحئی کو درس و وعظ کا حکم دیا۔ ان دونوں علمائے کرام کی وعظ و تبلیغ سے بے شمار لوگ متاثر ہوئے۔

اس کے بعد سید صاحب نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی اجازت سے اپنے مریدان خاص اور عقیدت مندوں کے ہمراہ دہلی سے سہارن پور، میرٹھ، مظفر نگر، دیوبند اور کاندھلہ کا تبلیغی اور اصلاحی سفر کیا۔ ڈاکٹر ثریا ڈار صاحبہ لکھتی ہیں:

''اپنے سفر کے دوران مختلف علاقوں میں مسلمان قوم کو حکومت اسلامیہ کی تاسیس، احیائے اسلامیت اور اغیار کے تسلط کو ختم کرنے کے لیے جہاد فی سبیل اللہ کے آغاز کی دعوت دی۔ اس دورے میں سینکڑوں خاندانوں اور ہزاروں عقیدت مندوں نے شرک و بدعت اور غیر شرعی رسوم سے توبہ کی اور آپ کے حلقہ بیعت میں شامل ہوئے۔ (شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی علمی خدمات۔ ص:۲۱۷)

اس کے بعد سید صاحب واپس دہلی تشریف لائے۔ یہاں انہیں اپنے برادر اکبر سید اسحاق کے انتقال کی خبر ملی۔ آپ یہ خبر سن کر بہت مغموم ہوئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے وطن رائے بریلی جانے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ آپ کے ساتھ ستر، اسی افراد کا قافلہ تیار ہو گیا۔ چنانچہ رام پور، الہ آباد، بنارس، کانپور اور لکھنؤ میں قیام کرتے ہوئے دس سال کے بعد اپنے وطن رائے بریلی پہنچے اور کافی مدت اپنے وطن میں مقیم رہے۔ اس دوران آپ کی شادی بھی ہو گئی اور ۱۲۲۴ھ میں آپ کی بڑی صاحبزادی بی بی سارہ پیدا ہوئیں۔

۱۲۲۶ھ میں سید صاحب نے دہلی کا دوسرا سفر کیا اور دہلی میں ایک سال قیام کرنے کے بعد ۱۲۲۷ھ میں نواب امیر خاں کے لشکر میں تشریف لے گئے جو وسط ہند میں بعض راجاؤں سے برسرپیکار تھے۔ سید صاحب کم از کم چھ سال تک نواب امیر خاں کی رفاقت اور اس کے لشکر میں رہے۔ لیکن جب نواب امیر خاں نے انگریزوں سے صلح کر لی تو سید صاحب نے نواب صاحب سے علیحدگی اختیار کر لی۔

۱۲۳۶ھ بمطابق ۱۸۲۰ء سید صاحب چار سو مردوں اور عورتوں کے ہمراہ حج بیت اللہ کے

ارادے سے رائے بریلی سے روانہ ہوئے۔ حرمین شریفین میں آپ کا قیام دو سال گیارہ ماہ رہا۔ آپ بخیریت ۲۹ شعبان ۱۲۳۹ھ اپنے وطن رائے بریلی پہنچ گ ئے۔

حرمین شریفین کے قیام کے دوران بڑے بڑے عمائدین اور علمائے کرام نے آپ کی بیعت کی۔ اس پورے سفر میں مولانا شاہ اسماعیل اور مولانا عبدالحیٔ بڈہانوی آپ کے رفیق رہے۔ سفر حج کے بعد ہندوستان کو غلامی سے نجات دلانے کے لیے جہاد کے لیے سروسامان کی تیاری کے لیے مصروف ہو گئے۔ ۱۲۴۱ھ کو اقامت جہاد کے لیے اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ وطن سے ہجرت کی اور دور دراز کا سفر طے کر کے بالاکوٹ کے مقام پر سکھوں سے برسرپیکار ہوئے اور آخر آپ نے اور آپ کے دیرینہ ساتھی مولانا شاہ اسماعیل ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۵ مئی ۱۸۳۱ء کو بالاکوٹ میں جامِ شہادت نوش فرمایا۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سید احمد شہید کی زندگی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''تیرھویں صدی کا آغاز تھا کہ حسنی خاندان میں چودھویں کا چاند طلوع ہوا یعنی ۱۲۰۱ھ میں مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی۔ یہ چاند مجاہدہ عرفان کا آفتاب بن گیا۔ تیرھویں صدی میں جب کہ ایک طرف ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی حالت فنا ہو رہی تھی اور دوسری طرف ان میں مشرکانہ رسوم و بدعات کا زور تھا' مولانا اسماعیل شہید اور حضرت سید احمد بریلوی کی مجاہدانہ کوششوں نے تجدید دین کی نئی تحریک شروع کی۔ یہ وہ وقت تھا جب سارے پنجاب میں سکھوں کا اور باقی ہندوستان پر انگریزوں کا قبضہ تھا۔ ان دو بزرگوں نے اپنی بلند ہمتی سے اسلام کا علم اٹھایا اور مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی۔ جس کی آواز ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج کے کناروں تک یکساں پھیل گئی اور لوگ جوق در جوق اس علم کے نیچے جمع ہونے لگے۔ اس مجددانہ کارنامے کی عام تاریخ لوگوں کو یہیں تک معلوم ہے کہ ان مجاہدوں نے سرحد پار کر کے سکھوں سے مقابلہ کیا اور شہید ہو گئے۔ (مقدمہ سیرت سید احمد شہید از مولانا ابوالحسن علی ندوی۔ ص:۳۵)

☆......☆......☆......☆......☆......☆